● محمد خالد سیف، ادارہ علوم اثریہ۔ لائلپور

شیخ الاسلام امام ابن قیم رح
اور
اُن کی حیاتِ علمی

○

نام و نسب :

آپ کا اسم گرامی محمد، کنیت ابو عبداللہ اور لقب شمس الدین ہے۔
سلسلہ نسب یہ ہے :-

محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی الدمشقی "[1]

آپ کا شمار ان فرزندانِ اسلام میں سے ہے جن پر رہتی دُنیا تک فخر کیا جائے گا۔ آپ کے والد ماجد دمشق کے ایک مدرسہ "الجوزیتہ" کے مہتمم اور منتظم تھے جسے محی الدین بن الحافظ ابی الفرج بن الجوزی نے بنایا تھا۔ اسی مناسبت سے آپ کا نام "ابن قیم الجوزیہ" پڑ گیا جو بعد میں صرف ابن قیم رہ گیا۔[2]

ولادت باسعادت :

آپ نے ۷ صفر ۶۹۱ھ ۱۲۹۲ء میں اس عالم رنگ و بو کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا

---

[1] جلاء العینین ص ۳۰ [2] حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۶۶۳

اساتذہ :

آپ نے اپنے دور کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں سے چند علماء کرام کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :-

شہاب نابلسی ، عیسیٰ مطعم ، ابن مکتوم ، ابوبکر بن عبدالدائم ، بہاء بن عساکر ، فاطمہ بنت جوہر ، ابونصر شیرازی ، علاء الدین کندی ، ایوب بن کمال ، قاضی بدر بن جماعہ قاضی تقی الدین سلیمان اور محمد بن ابی الفتح البعلبکی ۔

آپ نے ادب عربی کی کتابیں شیخ ابوالفتح سے پڑھیں ۔ الملخص لأبی البقاء ، الجرجانیہ ، الفیہ ابن مالک ، کافیہ و شافیہ کے اکثر حصے اور " التسہیل " کا کچھ حصہ بھی انہی سے پڑھا اور " المقرب " کا کچھ حصہ شیخ مجد الدین التونسی سے پڑھا ۔

کتب فقہ بہت سے ماہر فن اساتذہ سے پڑھیں ۔ جن میں سے شیخ اسماعیل بن محمد الحرانی سرفہرست ہیں ۔ انہی سے آپ نے مختصر الخرقی اور المقنع لابن قدامہ کا درس لیا ۔

علم فرائض اولاً اپنے والد محترم سے پڑھا کیونکہ انہیں اس فن میں کمال حاصل تھا ۔ اس کے بعد شیخ اسماعیل بن محمد سے بھی اس فن کی مزید تحصیل کی اور ابن قدامہ کی کتاب " الروضہ " کے اکثر اسباق انہی سے پڑھے اور کتب اصول میں آپ کے استاد شیخ صفی الدین ہندی ہیں ۔ لیکن آپ کے استاد اکبر اور معلم مشفق حضرت علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہیں ۔ جن کے حلقہ درس میں آپ نے ابتداءً ۷۱۲ھ میں شرکت کی جب کہ آپ مصر سے واپس تشریف لائے تھے ۔ اس کے بعد تا زیست انہی کے دامن سے وابستہ رہے ۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :-

> " ۷۱۲ھ میں جب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مصر سے واپس تشریف لائے تو ابن قیمؒ سے وابستہ ہو گئے اور ان کی وفات تک انہی کے ہو رہے ، علمی ذوق اور شغل تو پہلے سے ہی تھا ۔ اب امام ابن تیمیہؒ سے اور بھی بہت زیادہ علم حاصل کر لیا ، دن رات طلب علم کی دھن تھی لہٰذا بہت سے علوم وفنون

میں یگانۂ روزگار بن گئے اور ساتھ ہی تہجد گزار و شب زندہ دار بھی تھے ؎ۃ

آپ نے شیخ کی اکثر و بیشتر تصنیفات کے ساتھ ساتھ آپ سے "المحرر" "المحصول" اور آمدی کی کتاب "الاحکام" بھی پڑھیں۔ علم فرائض میں بھی اکتساب کیا اور بہت سے دیگر علوم و فنون میں بھی حضرت سے استفادہ کیا۔

آپ اپنے شیخ محترم سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ قدرت کی نیرنگیوں کو ملاحظہ فرمائیے کہ ابن قیمؒ ایسے تلمیذ کو ابن تیمیہؒ ایسا استاد میسر آیا۔

۵ – این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ،

اپنے استاد محترم سے عمر میں تیس سال چھوٹے تھے اس لئے شیخ آپ کے لئے بہ منزلہ والد مشفق کے تھے۔ آپ کج رو اور دین سے منحرف لوگوں کے ساتھ نبرد آزمائی میں انہی کے نقش قدم پر چلے۔ اپنے شیخ کے افکار و آراء کی خوب تشہیر کی اور ان کے علوم کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ شیخ کی فقہی آراء کو اگر نہایت سلیقہ سے "اعلام الموقعین" اور "زاد المعاد" میں سمو دیا ہے تو "شفاء العلیل" "حادی الارواح" "قصیدہ نونیہ" اور دیگر بہت سی کتابوں کو ان کے کلامی مباحث سے مزین فرما دیا ہے۔ غرضیکہ آپ نے اپنے جلیل القدر استاد کے علمی ترکہ کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ دوسرے لوگوں تک پہنچایا ہے۔ استاد سے اس قدر شیفتگی و عقیدت کے باوصف دیانت داری و حق پسندی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی مسئلہ کے متعلق کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں واضح ہو جاتا کہ یہاں جلیل القدر استاد سے سہو ہو گیا ہے تو بلا جھجک آپ سے اختلاف فرماتے ؎ۃ یعنی اندھی تقلید میں مبتلا نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حریت فکر و رائے کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا ہوا تھا۔

تلامذہ

بہت سے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور تشنگان علوم کے ایک جم غفیر

؎ۃ مثلاً ملاحظہ فرمائیے زاد المعاد ص ۸۳ / ۲۰۸ ج ۱ – ۱۳۴۷ھ

نے آپ سے اکتسابِ علم وضیا کیا، آپ کے تلامذہ میں سے مشہور ترین درج ذیل ہیں:۔
(۱) آپ کے صاحبزادہ گرامی جناب عبداللہؒ (۲) حافظ ابن کثیرؒ "آپ رفیق درس بھی تھے" (۳) حافظ ابن رجبؒ (۴) ابن الہادیؒ اور (۵) شمس الدین نابلسیؒ

عقائد:

آپ انتہائی صاف ستھرے اور پاکیزہ عقائد رکھتے تھے جن میں خرابیوں کی ذرا بھر آمیزش نہ تھی بلکہ سلف صالح کے طریقے کے سختی سے پابند تھے، چنانچہ جب آپ نے وجودِ باری تعالیٰ کے متعلق استدلال فرمایا تو اس استدلال میں قرآن حکیم کے نہج کو ہی سامنے رکھا کیونکہ اس سے زیادہ کسی دوسرے نہج کے صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لھذا اس سلسلہ میں آپ فلسفیوں کے باطل نظریات اور بعید تاویلات سے قطعاً متاثر نہ ہوئے فرماتے ہیں :۔

وتأمل حال العالم كله علويه وسفليه بجميع اجزائه تجده شاهداً باثبات صانعه وفاطره ومليكه فانكار صانعه وجاحده في العقول والفطر بمنزلة انكار العلم وجحده لا فرق بينهما ومعلوم ان وجود الرب تعالىٰ اظهر للعقول والفطر من وجود النهار ومن لم يرذلك في عقله وفطرته فليتهمهما "

"عالم علوی وسفلی پر اس کے جمیع اجزاء سمیت غور فرمائیے تو آپ اسے اس کے صانع پروردگار اور مالک کے اثبات پر شاہد پائیں گے پس عقلی طور پر اس کا انکار ایسے ہی ہے جیسے علم کا انکار کیا جائے کیونکہ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں اور اللہ تعالیٰ کا وجود تو روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے اور جو عقلاً وفطرتاً یہ نہ سمجھ سکے اسے اپنی عقل وفطرت کو قصوروار ٹھہرانا چاہیئے"

شیخ ابن قیمؒ کے دور میں ایک طرف تو مسلمانوں میں خلفشار اور انتشار تھا اور دوسری طرف خارجی بغاوتیں اور یورشیں تھیں جو کہ ملتِ اسلامیہ کے شان وشکوہ کے قصر زرنگار

کو زمین بوس کر دینا چاہتی تھیں۔ اس لئے آپ نے بڑی دردمندی سے قوم کو سمجھایا کہ بھنور میں ڈگمگاتی ہوئی کشتیٔ حیات صرف اسی وقت ساحل آشنا ہو سکتی ہے جب ہم آپس کے اختلافات ختم کر کے شیر و شکر ہو جائیں اور ساتھ ساتھ کتاب و سُنّت کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں۔

اے کاش! ملّت اسلامیہ آج بھی اپنے زخموں سے چور اور ناسور سے بھرپور جسم کی صحت یابی کے لئے اس مرہم شفا اور نسخۂ کیمیا کو اپنا لے۔ خدا شاہد جب تک مسلمان ایسا نہ کریں گے کبھی اوج ثریا پر مقیم نہیں ہو سکتے اور کبھی فلک قدرت پر ماہ شب چہار دہم بن کر نہیں چمک سکتے بلکہ ذلیل و خوار ہی ہوتے چلے جائیں گے اور ذلّت و شکست کے سوا کوئی چیز ہاتھ نہ آئے گی ؎

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

شیخ الاسلام ابن قیمؒ زندگی کے نشیب و فراز میں کتاب و سُنّت کے شیریں اور صافی چشموں کی طرف ہی رجوع فرماتے تھے، اور تعبیر و تشریح کے لئے سلف صالح کے مسلک کو ترجیح دیتے تھے خصوصاً وہ حضرات جنھوں نے بلا واسطہ سرورِ دُنیا و دیں رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دین سیکھا ان کی آراء کو حتمی قرار دیتے تھے، حضرت سعیدؒ حضرت قتادہؒ سے آیت شریفہ:

”وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ“ [۱]

کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ اس سے شمع رسالت کے جاں نثار پروانے یعنی حضرات صحابہ کرامؓ مراد ہیں۔

شیخ ابن قیمؒ نے ٹھوس اور ناقابلِ تردید دلائل سے تقلید کو باطل قرار دیا ہے اس بات کے علی الرغم کہ آپ حنبلی المذہب تھے مذاہبِ مشہورہ کے مطالعہ اور دلائل کی

---

[۱] السبا آیت ۶

روشنی میں جب ثابت ہو جاتا کہ مذہب حنبلی کا یہ مسئلہ صحیح نہیں تو آپ صحیح مسلک قبول کرنے میں کوئی تأمل نہ کرتے مثلاً حنبلی مذہب سے اختلاف کرتے ہوئے آپ سابی کے لئے مبیعہ لونڈی سے استبراء رحم کے بعد وطی کو جائز قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ صاحب خاوند ہی کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے تو علامہ ابن العماد حنبلیؒ نے لکھا ہے۔

"بل ھو المجتھد المطلق ۱؎"

غرضیکہ مسائل تشریعیہ میں آپ کتاب و سنت اور عملِ صحابہ پر اعتماد کرتے تھے۔ اور استنباطِ احکام میں کتاب و سنت، اجماع، فتویٰ صحابہ، قیاس، استصحاب، مصالح مرسلہ، سدِ ذرائع اور عرف کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔

دورِ ابتلاء:

ابنائے زمانہ کے ہاتھوں آپ کو بھی بہت سی اذیتیں پہنچیں چنانچہ جب آپ کے استاد محترم حضرت امام ابن تیمیہؒ کو طلاق اور شدِ رحال کے مسائل پر فتویٰ دینے کی پاداش میں آخری مرتبہ پابندِ زنجیر و سلاسل کرکے حوالۂ زنداں کیا گیا تو کچھ تلامذہ کو بھی آپ کی معیت کا شرف حاصل تھا انہی میں سے ایک سعادت مند امام ابن قیم تھے دوسرے ساتھیوں کی رہائی کے بعد بھی آپ آلام و مصائب کا تختۂ مشق بنے رہے۔ استاد سے زیادہ اختصاص کے پیشِ نظر آزمائش سے بھی زیادہ حصہ ملا۔ اس کے علاوہ ایک دو بار اور بھی ابتلاء و آزمائش سے گزرنا پڑا مگر کسی لمحہ میں بھی آپ کے پایۂ استقلال میں جنبش پیدا نہ ہوئی۔

باقی آئندہ

لودھراں میں
اخبارات و رسالوں کا مرکز
ماہنامہ ترجمان الحدیث وغیرہ و دیگر مختلف علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی کتابیں اور رسالے دستیاب ہوتے ہیں
خواجہ نیوز ایجنسی لودھراں